

آیت کریمہ یا ایہا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرننا سے حجیت سد الذرائع پر ابن حزم کے معارضہ کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Ibn-e-Hazam's Objections to Authenticity of the Sadd-o-Zaree'ah

*Hafiz Muhammad Fakhru Din

As well as per Shariah, it is admissible and some of the time even mandatory to save the devotees from the activities that might lead them towards the prohibited exercises. Consequently, the decision of denial from these kinds of exercises is called Sadd-e-Zaree'a. This is the guideline derived from the Quran and Sunnah. As Almighty Allah prohibited the devotees to say 'Raina' because this word was utilized by Jews purposely in an off-base way with underhanded aims, while, Muslims introduced their solicitations by this equivalent word in the most elevated court of The Holy Prophet (harmony and gifts arrive) for looking for effortlessness and unwinding in their concerned issues. As in Quran: O People who Believe, don't tell (the Prophet Mohammed-harmony and gifts arrive), "Raina (Be accommodating towards us)" however say, "Unzurna (Look leniently upon us)", and listen mindfully in any case. [Baqarah 2:104]. (To disregard the Holy Prophet - harmony and endowments arrive - is impiety.) Ibn Hazm in his famous book Al-Ahkām Fī ūṣūl Al-Ahkām has objected to the mentioned verse from which jurists have taken the argument of Sadd-e-Zaree'a. Because the Zahiri school of thought is based on the appearance of the text (Quran o Hadees). This is why Ibn Hazm Zahiri denies it (the source of Shariah), and proves that accepting the source of Shariah is an increase in religion which is in itself illegitimate as well as the opposition of the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him). There is also the addition of items by their thoughts in Shariah. In the above article, an analytical study of the objections of Allama Ibn Hazm will be presented, explaining the sources and the arguments as to whether or not their source is Shariah.

Keywords: Source of Shariah, Sadd-o-Zaree'ah, Al-Ahkam Fi Usul Al-Ahkam, Ibn Hazm Zahiri, Zahiri School of thought.

* EST/AT, Govt. Elementary School Jageer Hoora, Lodhran, District Lodhran.

hafizmuhammadfakharuddin@gmail.com.pk ORCID ID (0000-0003-0202-560x)

تعارف:

علمائے اسلام کے نزدیک اصول دین یا مصادر شریعت دو ہیں یعنی قرآن اور حدیث، اور حدیث بھی اس حیثیت سے مستقل مصدر شریعت ہے کہ بدون اس کے فہم قرآن ناصر مشکل بلکہ ناممکن ہے جبکہ جمہور فقہائے اسلام کے نزدیک مصادر شریعت چار ہیں کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع اور اصول قیاس۔ سد الذرائع ذیلی یا ثانوی ماخذ شریعت تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے فقہاء نے بے شمار مسائل کی جزئیات کو حل کیا ہے۔ جس کے ماخذ شریعت ہونے پر دلائل شریعہ بھی ترتیب دیے ہیں۔ اجتہاد بالذرائع میں سے سد الذرائع کے فقہی مصدر ہونے پر آیات قرآنیہ میں سے اکثر فقہاء اور اصولیوں نے آیت یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا¹ سے استدلال کیا ہے، اس استدلال میں ذکر کی جانے والی تفسیر پر ابن حزم نے اپنی مشہور تصنیف الاحکام فی اصول الاحکام میں "الاختیاط وقطع الذرائع والمشتبه" کے عنوان کے تحت معارضہ پیش کیا ہے اور سد الذرائع کے اصول شریعت ہونے کا انکار کیا ہے، جس طرح کہ وہ باقی دلائل ظنیہ از قسم قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ وغیرہ کا انکار کرتے ہیں اسی طرح سد الذرائع کے ماخذ شریعت ہونے کا بھی انکار کرتے ہیں۔

علامہ ابن حزم مذکورہ بالا اصول کے ثبوت کے دلائل میں سے بعض کو اپنی تنقیدی نوک قلم پر لاتے ہوئے معارضہ بالقلب پیش کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ بر تسلیم سد الذرائع دین میں اضافہ و زیادتی ثابت ہوتی ہے جو کہ فی نفسہ منہی عنہ (لا تقولوا راعنا) ہونے کے ساتھ ساتھ مخالفت رسول ﷺ اور شریعت مطہرہ میں اپنی عقل سے بعض اشیاء کارب العالمین پر استدراک ہے۔² ان کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ اقدس میں مدینہ طیبہ میں جو صحابہ حاضر تھے وہ اپنی اشیاء ضرورت خریدنے کے لیے بازار میں جاتے اور بغیر کسی حرج کے خرید کر لاتے، بغیر اس بات کی تفتیش کے کہ کونسا مال مشکوک ہے، کون سا بیعینہ حرام ہے اور کس پر حرام کا غلبہ ہے، حالانکہ یہ بات بالبداہت معلوم ہے کہ بازار میں بیعینہ حلال مال کے علاوہ مغصوب، مسروق، ناجائز طور پر لیا ہوا مال اور مشتبه مال میں سے ہر قسم کا مال بھی موجود ہوتا ہے، لیکن ہم اسکی طرف التفات ہی نہیں کرتے، ایسی صورت حال میں مشتری سے مال کے حصول کی تفصیل طلب کیے بغیر مبايعت کے صحیح ہونے پر اجماع بالکافہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم السلام نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ بعض اعرابی، حالت کفر میں ہمارے پاس اپنے ہاتھ کی مذبوہ چیز لاتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم کہ انھوں نے اللہ کے نام پر ذبح کیا ہے یا نہیں، اس صورت حال میں ہم کیا کریں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سموا اللہ وکلوا۔³ یہ حکم اشکال کو اس باب میں رفع کرنے کے لیے کافی ہے۔ تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی کو اس کا مسلمان بھائی کوئی شے کھلائے پلائے تو وہ بغیر سوال جواب کیے کھاپی لے۔

سد الذرائع کے ماخذ شریعت ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے جانبین کے دلائل کا آئندہ سطور میں تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔ قبل از تجزیہ سد الذرائع کا مختصر سا تعارف ضروری ہے تاکہ عام قاری کے لیے فہم تجزیہ میں مدد و معاون ہو۔

¹ Al-Baqarah 1:104.

² Abū Muḥammad ‘Alī bin Aḥmad bin Hazam, Al-Aḥkām Fī Usūl al-Aḥkām (Damishq: Dār al-Fikr, S.N), 6:7.

³ Abū ‘Abdullah Muḥammad bin Yazīd ibn e Mājjah, Sunan Ibn e Mājjah (Beirūt: Dār al-Fikr, 1999 A.D), Hadith No.378.

سد الذرائع کا لغوی مفہوم

سد الذرائع لفظ مرکب اضافی ہے، کتب لغت کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لغت کے لحاظ سے سد کے متعدد معانی ہیں۔ ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں "السدا غلق الخلل" سد کا اطلاق ہر اس چیز پر ہو سکتا ہے جس میں ممانعت و رکاوٹ کا مفہوم پایا جاتا ہو۔ قرآن مجید میں سدا اور سدید کا لفظ متعدد مقامات پر ذکر ہوا، مثلاً: حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ الْبَيْنَ السَّدَّيْنِ⁴ میں پہاڑ کے لیے بولا گیا اور اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا⁵ میں دیوار کے لیے بولا گیا ہے۔ سدید سیدھی اور درست چیز کو بھی کہتے ہیں، جس طرح کہ فرمان باری تعالیٰ ہے قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا⁶۔ سچی بات کہو، اس میں بھی رکاوٹ کا مفہوم پایا جاتا ہے کیونکہ یہ سچ بولنے والے کی آبروریزی کے سامنے رکاوٹ بن جاتا ہے۔

ذریعہ کا لغوی مفہوم:

ذریعہ، فعیلۃ کے وزن پر مصدر ہے جسکی اصل ذَرَعَ ہے، جو امتداد اور آگے کی طرف حرکت کرنے کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ ہر وہ لفظ جو اس اصل سے متفرع ہو اس میں امتداد اور حرکت الی الامام کا معنی پایا جاتا ہے۔⁷ لغت میں اس کا استعمال سبب، وسیلہ، شفع، ناقد اور حلقہ وغیرہ کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ سبب لغت میں رسی، راستہ اور ہر اس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کے ذریعے کسی چیز تک پہنچا جاسکے۔

سد الذرائع کا اصطلاحی مفہوم:

جہاں تک سد الذرائع کی اصطلاحی تعریف کا تعلق ہے توفقیہاء کرام نے لفظ ذریعہ کے عام اور خاص معنی کے لحاظ سے اسکی تعریفات ذکر کی ہیں۔ اکثر علماء اور مباحثین لفظ ذریعہ کے اطلاق کے وقت "ما یتوصل بہ الی المحظور" مراد لیتے ہیں، حالانکہ یہ قاعدۃ الذرائع کی ایک قسم ہے کیونکہ ذرائع میں سے ایک وہ ہے جو ممنوع کام تک پہنچانے والا ہوتا ہے اور ایک وہ ہے جو جائز اور مشروع کام کی طرف پہنچانے والا ہوتا ہے۔ یہ وہ قسم ہے جسے بعض علماء جس طرح کہ امام قرانی وغیرہ نے فتح الذرائع سے تعبیر کیا ہے، لہذا اس وقت ذرائع پر کبھی قاعدۃ سد الذرائع اور کبھی قاعدۃ فتح الذرائع کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ شیخ مصطفیٰ زرقانی نے سد الذرائع کی تعریف یوں کی ہے:

"سد الذرائع هو منع الطرق التي تؤدي الى اهمال اوامر الشريعة او الاحتیال علیها او تودی الى الوقوع في محاذیر الشريعة ولوعن غیر قصد"⁸

"یعنی ان وسائل و ذرائع کو منع کرنے کا نام سد الذرائع ہے جو شرعی احکامات کو نظر انداز کرنے، ان کے خلاف حیلہ سازی کرنے یا پھر ان باتوں میں واقع ہونے تک پہنچائیں جو شریعت میں منع ہیں، اگرچہ یہ پہنچنا غیر ارادی طور پر ہی کیوں نا ہو۔"

⁴ Al-Kahf 18:93.

⁵ Al-Kahf 18:93.

⁶ Al-Ahzab 33:70.

⁷ Abū Al-Faḍal Jamāl al-Dīn Muḥammad bin Mukarram, Lisān al-‘Arab (Iran: Dār Nashar Adab al-Jawzah, S.N), 8:198.

⁸ Sheikh Aḥmad Mustafā al-Zarqā’, Al-Istilāḥ wa al-Musāliḥ mursalah Fī al-Fiqh al-Islāmī (Beirut: Dār al-Fikr, S.N), 1:35.

اس کی عام فہم مثال یہ ہے بچوں کو ایسی چھت پر جا کر کھیلنے سے منع کرنا جس کے کنارے کوئی رکاوٹ، سپورٹ یا پردہ نہیں، اب چھت پر جانانی نفسہ منع یا برا نہیں، اسی طرح کھیلنا بھی فی نفسہ برا نہیں۔ چونکہ بچوں کا ایسی چھت پر جانا یقیناً خطرے سے خالی نہیں اسی لیے انہیں چھت پر جانے سے روکنا ضروری ہو گا۔

سد الذرائع کی اقسام / صورتیں

بعض علماء نے سد الذرائع کی اقسام کو بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ انوار البروق فی انواع الفروق میں ان اقسام کو کافی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، محققین نے اس کی متعدد اقسام ذکر کی ہیں جن کا مختصر ذکر حسب ذیل ہے:

قسم اول:

سد الذرائع کی اس قسم میں وہ ذرائع شامل ہیں جن کا فساد تک پہنچنا قطعی و یقینی ہو اس قسم کو ابن قیم نے ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے:

لَا يَجُوزُ الْإِتْيَانُ بِفَعْلٍ يَكُونُ وَسِيلَةً إِلَى حَرَامٍ وَانْكَانَ جَائِزًا.⁹

”ایسا فعل جو حرام تک پہنچنے کا وسیلہ بنے اس کا کرنا جائز نہیں اگرچہ وہ فعل جائز ہی کیوں نہ ہو۔“

اس قسم کا حکم یہ ہے کہ یہ باجماع امت ممنوع ہے۔ مثلاً مشرکین کے معبودان باطلہ کو سب و شتم کرنے سے ممانعت، یہ فعل اگرچہ اللہ تعالیٰ کی حمیت اور ان کے معبودان باطلہ کی توہین کی وجہ سے فی نفسہ جائز ہے لیکن چونکہ یہ توہین الہی کا ذریعہ وسیلہ بنتا ہے اس لیے مصلحت اسی میں ہے کہ ان کے معبودوں کو سب و شتم نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے اس پر صراحتاً منع وارد ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ.¹⁰

”جتنی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں ان کو گالی نہ دو کیوں کہ وہ دشمنی میں بے خبر ہو کر اللہ تعالیٰ کو

سب و شتم کریں گے۔“

قسم دوم

سد الذرائع کی یہ قسم ان ذرائع و وسائل کو شامل ہے جو شاذ و نادر ہی کسی فساد تک پہنچائیں۔ اس قسم کا حکم یہ ہے کہ اس کی عدم ممانعت پر اجماع امت ہے۔ یعنی اس قسم کو وسیلہ و ذریعہ بنانے سے روکا نہیں جائے گا۔ اس قسم کی مثالوں میں شراب نوشی کے خوف کے پیش نظر انگور کی کاشت سے منع کرنا شامل ہے۔

قسم سوم

اس قسم میں ایسے وسائل و ذرائع داخل ہیں جن کا فساد تک پہنچنا متناہک و متردد ہوتا ہے۔ سد الذرائع کی اس قسم کو مختلف فیہ بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان ذرائع کی ممانعت و عدم ممانعت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ کا لنظر الی الاجنبیۃ، والاحتدث معہا من حیث کونہما ذریعتین للزنی¹¹۔ یعنی اجنبیہ کو دیکھنا اور اس سے محو گفتگو ہونا فحش کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

⁹Shams al-Dīn Muḥammad bin Abī Bakr Ibn e Qayyim, A'lām al-Mu 'awwiqīn (Misr: Maktabah Al-Kulliyyāt al-Azhariyyah, S.N), 3:118.

¹⁰Al-An'ām 6:124.

¹¹Ibn e Qayyim, A'lām al-Mu 'awwiqīn, 6:124.

قسم چہارم

اس قسم میں وہ ذرائع شامل ہیں جو اپنی اصل کے لحاظ تو مشروع ہیں لیکن انجام کے اعتبار سے فتنہ و بدعت کی طرف لے جاتے ہوں اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا جس کے نیچے آپ ﷺ نے بیعت لی، کیونکہ لوگ وہاں جا کر نماز ادا کرتے آپ نے ان پر فتنہ کا خوف کیا، یہ امور اگرچہ جائز و مندوب ہیں لیکن علماء نے ایسا کرنے کو بدعت کے خوف سے ناپسند کیا، کیونکہ ان کا اسے بطور سنت لینا سمجھ لیا جاتا۔ یعنی لوگ جب اس پر مواظبت کرتے تو ان کا مواظبت کرنا سنت کو ظاہر کرتا، لہذا جب وہ اس کو سنت کے قائم مقام ٹھہرا لیتے تو یہ بدعت بن جاتا¹²۔

ارکان سد الذرائع

سد الذرائع کے تین رکن ہیں۔

۱۔ وسیلہ یا ذریعہ۔

۲۔ افضاء یعنی مطلوبہ چیز تک پہنچانا۔

۳۔ متوسل الیہ یعنی جس تک پہنچا جائے۔

اس مختصر تعارف کے بعد معارضہ کے تجزیہ و دلائل میں بیان کیا جاتا ہے۔

مبحث اول

ابن حزم نے آیت مذکورہ کی اس تفسیر کے ابطال سے جسے صحیح بخاری میں نقل کیا گیا ہے اس آیت سے سد الذرائع پر استدلال کو باطل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ امام قرطبی الجامع لاحکام القرآن میں واحدی اسباب نزول میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال ابن عباس : كان المسلمون يقولون للنبي صلى الله عليه وسلم : راعنا. على جهة الطلب والرغبة - من المراجعة - أي التفت إلينا ، وكان هذا بلسان اليهود سبا ، أي اسمع لا سمعت ، فاغتنموا وقالوا : كنا نسبه سرا فالآن نسبه جهرا ، فكانوا يخاطبون بها النبي صلى الله عليه وسلم ويضحكون فيما بينهم ، فسمعها سعد بن معاذ وكان يعرف لغتهم ، فقال لليهود : عليكم لعنة الله! لأن سمعتم من رجل منكم يقولها للنبي صلى الله عليه وسلم لأضربن عنقه ، فقالوا : أولستم تقولونها ؟ فنزلت الآية ، ونهوا عنها لئلا تقتدي بها اليهود في اللفظ وتقصد المعنى الفاسد فيه" ¹³

"حضرت ابن عباس فرمایا: مسلمان آپ ﷺ کی توجہ اور رغبت حاصل کرنے کی بنا پر کہتے: راعنا، جو

مراعات سے ہے، یعنی ہماری طرف التفات فرمائیے، اور یہ لفظ لغت یہود میں گالی شمار ہوتا تھا، انھوں نے

اسے غیبت جانا اور آپس میں کہنے لگے اب تک ہم محمد ﷺ کو چوری چھپے سب و شتم کرتے تھے اب ہم

¹² Hassām Buhānī, Sadd al-Zara'ī ' Fī al-Shar'at al-Islāmiyyah (Qāhirah: Dār al-Fikr, 2005 A.D), 567.

¹³ Abū 'Abdullah Muḥammad bin Abī Bakr Al-Qurtabi, Al-Jāmi' Li Ahkām al-Qur'ān (Beirūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1999 A.D), 2:57.

انھیں اعلانیہ سب و شتم کریں گے (العیاذ باللہ) تو وہ جب اس (راعنا) سے آپ ﷺ کو مخاطب کرتے تو آپس میں ہنستے، حضرت سعد بن معاذ نے ان کی اس بات کو سن لیا اور وہ یہودی کی لغت سے اچھی طرح آشنا تھے، آپ نے یہودیوں سے کہا: اللہ کی تم پر پھڑکار ہو، اگر میں نے تم میں سے کسی آدمی سے یہ کلمہ نبی ﷺ کے لیے کہتے ہوئے سن لیا تو اس کی گردن مار دوں گا، تو انھوں نے کہا: کیا یہ کلمہ تم خود نہیں کہتے؟ تو آیت نازل ہوئی، اور مسلمانوں کو آپ ﷺ کے حق میں یہ کلمہ کہنے سے روک دیا گیا تاکہ یہودی لفظوں میں مسلمانوں کی اقتداء کی آڑ میں غلط معنی مراد نہ لیں۔

مذکورہ بالا تفسیری قول میں منہی عنہ (لا تقولوا راعنا) کی علت لثلاثا تفتدی بہا اليهود فی اللفظ وتقصّد المعنی الفاسد فیہ سے صراحت ذکر کی گئی ہے۔ کیونکہ اوامر و نواہی میں محکوم بہ اور منہی عنہ کی علت کو بعض اوقات اسی نص میں صراحت یا کسی اور نص میں اس حکم کی علت کو صراحت یا اشارۃ بیان کر دیا جاتا ہے۔ لہذا شارع کی جانب سے بیان کردہ علت کو کسی دوسرے کی بیان کردہ علت حکم پر ترجیح ہوگی۔ ابن حزم نے مذکورہ بالا تفسیر پر ان الفاظ میں معارضہ پیش کیا کہ:

"ان هذه التفسير ليس مسندا الى النبي ﷺ ولم يرد بنص الكتاب فلم يقل الله سبحانه وتعالى ولا رسوله ﷺ: انكم انما نهيتهم عن قول راعنا لتذرعكم بذلك الى قول راعنا لكنه قول صاحب ولا حجة في قول احد دونهما، ولو كان صحابيا، هذه الآية حجت عليهم لالهم لانهم اذا نهوا عن قول راعنا وامروا بان يقولوا (انظرونا) ومعنى لفظتين واحد، ان الله سبحانه خاطب بهذا النداء المؤمنين الفضلاء اصحاب رسول الله الذين بلغوا في تعظيم الغاية ولا يتسور ان يعنوا بقول راعنا قط، اما المنافقون الذين يقصدون به الرعونة فما كانوا يلتفتون الى امر الله تعالى ولا يؤمنون به فظهر فساد قول المحتجين بهذه الآية"۔¹⁴

"یعنی اس تفسیر کی سند آپ ﷺ تک ثابت نہیں، اور ناہی کتاب اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے یہ نص وارد ہے کہ تمہیں راعنا کہنے سے صرف اس لیے روکا گیا ہے کہ تمہارا راعنا کہنا کہیں راعنا کا غلط معنی مراد لینے کا ذریعہ نہ بن جائے، لیکن یہ صحابی کا قول ہے، اور اللہ اور اس کے رسول کے سامنے کسی کے قول کا اعتبار نہیں اگرچہ صحابی کیوں نا ہو، یہ آیت تو قائلین (سد الذرائع) کے خلاف ہے تاکہ ان کے حق میں کیونکہ انھیں راعنا کہنے سے روکا گیا ہے اور انظرنا کہنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس میں مومن فضلاء اصحاب رسول سے مخاطب ہیں جو آپ ﷺ کی تعظیم میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے، ان یہ تصور بھی ہرگز نہیں کیا جاسکتا کہ وہ لفظ راعنا سے رعونة مراد لیں۔ باقی رہی بات منافقوں کی جو اس سے رعونة مراد لیتے تھے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ان کی طرف متوجہ ہی نہیں ہے، لہذا اس آیت سے دلیل پکڑنے والوں کے قول کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔"

¹⁴ Ibn e Hazam Al-Andulusi, Al-Aḥkām Fī Usūl al-Aḥkām (Pakistan: Faisalabad, Idārah Aḥiyā' al-Sunnah, 1404 A.H), 8:1110.

ابن حزم کی مذکورہ بالا عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ حکم کی علت کی تعلیل اس وقت معتبر ہوتی ہے جب وہ مسند ہو یا مسند کے حکم میں ہو۔ چونکہ یہ تعلیل مسند نہیں اس لیے معتبر نہیں کیونکہ مذکورہ تعلیل صحابی کا قول ہے جو انہوں نے اپنی رائے سے کی ہے احکامات شرعیہ میں اپنی رائے کو محل کرنا گویا احکامات شرعیہ پر استدراک ہے اور خود کو شارع سمجھنے کے مترادف ہے۔ ابن حزم کے اس قول کا تجزیہ بحث دوم کے عنوان کے تحت درج ذیل ہے:

بحث دوم

ابن حزم کا یہ معارضہ بادی النظر میں درج ذیل مقدمات پر مشتمل ہے:

1- استدلال میں پیش کی جانے والی تعلیل کا مسند نہ ہونا۔

2- صحابی کی رائے کا قابل حجت نہ ہونا۔

3- راعنا اور انظرنا کا مترادف المعنی الفاظ کے قبیلہ سے ہونا۔

4- آیت مذکورہ کے مخاطبین اہل ایمان ہیں ناکہ منافقین۔

مقدمہ اول کا تجزیہ

اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ واقعی یہ روایت مسند یا مسند کے حکم میں نہیں ہے، حالانکہ حق بات اس کے خلاف ہے، تو پھر کسی بھی حکم کی علت یا استدلال میں تعلیل کو اس شرط کے ساتھ مشروط کرنا کہ بعینہ اسی تعلیل کو کتاب اللہ اور سنت رسول میں صراحتہ بیان کیا گیا ہو ایسی شرط ہے جس پر اہل ظواہر کے مکتب فکر کی بنیاد ہے تاکہ تعلیل اور عمل بالقیاس کو باطل قرار دیا جاسکے۔¹⁵ چونکہ انہوں نے اس کے ساتھ صحابہ تابعین ائمہ اربعہ مجتہدین میں سے جمہیر علماء کی مخالفت کی ہے اس لیے یہ شاذ ہے اور شاذ اکثر کے مقابلہ میں کالعدم ہوتا ہے۔

حق بات یہ ہے کہ استدلال میں پیش کی جانے والی آیت کی تفسیر مسند ہے ائمہ اصول تفسیر و حدیث نے اس کی صراحت کر دی ہے جیسا کہ امام سیوطی الاقن میں لکھتے ہیں:

"قال الحاكم في علوم الحديث اذا اخبر الصحابي الذي شهد الوحي، والتنازل على آية من القرآن انها نزلت في كذا فانه حديث مسند ومشي على هذا ابن الصلاح وغيره ومثله بما اخرجه مسلم عن جابر قال: كانت اليهود تقول: من اتى امرء من دبرها في قبلها جاء الولد احوال فانزل الله تعالى (نَسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ)"¹⁶

"یعنی امام حاکم نے علوم الحدیث میں کہا ہے کہ جب ایسا صحابی جو وحی اور تنزیل کے وقت حاضر تھا قرآن پاک کی کسی آیت پر شہادت دے کہ یہ آیت اس چیز کے حق میں نازل ہوئی تو وہ حدیث مسند ہوگی، ابن صلاح وغیرہ بھی اسی بات کی طرف گئے ہیں اور وہ حدیث اس کی مثال میں پیش کرتے ہیں جسے امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: یہودی کہتے تھے: جو شخص عورت

¹⁵ Ibn e Hazam, Al-Ahkām Fī Usūl al-Ahkām, 8:1110.

¹⁶ 'Abd al-Rahmān bin abī bakr Jalāl al-Dīn Al-Suyūtī, Al-Itiqān Fī 'Ulūm al-Qur'ān (Misr: Dār al-Kutub al-Ilmiyyah, 1992 A.D), 1:31.

سے بچھلی جانب سے اس کے اگلے مقام میں وطی کرتا ہے تو اولاد بھیگی پیدا ہوتی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ¹⁷ نازل فرمائی۔

مقدمہ ثانی کا تجزیہ

ابن حزم کے معارضہ کا دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا استدلال میں تعلیل صحابی کی اپنی رائے ہے اور صحابی کی رائے حجت نہیں ہے، اس بارے علمائے اصول و فقہ کی دو قول ہیں، ایک یہ ہے کہ قول صحابی حجت ہے اور دوسرا یہ ہے کہ قول صحابی حجت نہیں ہے، دونوں اقوال کے قائلین کے دلائل اختصار کے ساتھ ذکر کر کے فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔

اقول صحابہ کے حجیت کے دلائل

اس بات پر تو امت کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں، ان کے کردار و عدالت پر تنقید کسی صورت جائز نہیں۔¹⁸ دین میں ان کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے ان کی ذات جرح و تعدیل کی زد سے باہر ہے، جرح و تعدیل میں پڑے بغیر تمام صحابہ کی روایات مقبول ہیں۔ کسی صحابی کے قول کی تشریحی حیثیت کیا ہے؟ یہ اقوال صحابہ کی اقسام پر منحصر ہے، صحابہ کرام کے اقوال میں ان کی آراء، اجتہادات، فتاویٰ اور فیصلہ جات شامل ہیں، علماء اصول حدیث اور فقہاء نے ان کو درج ذیل قسموں میں تقسیم کیا ہے:

1- حیات نبوی میں قول۔

2- رحلت نبوی کے بعد قول جو سنت کے مطابق ہو۔

3- وہ قول جس کی اضافت عہد نبوی کی طرف ہو۔

4- ان مسائل کے متعلق قول جن میں عقل کی گنجائش نہیں۔

5- وہ قول جس پر تمام صحابہ کا اتفاق ہو۔

6- تفسیر اور اسباب نزول کے متعلق قول۔

7- ذاتی رائے جس میں صحابی اکیلا ہو۔

چونکہ استدلال میں پیش کیے جانے والا قول مندرجہ بالا اقسام میں سے آخری دو قسموں میں سے ہو سکتا ہے اس لیے مؤخر الذکر دو قسموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

تفسیر اور اسباب نزول کے متعلق قول

اقوال صحابہ کی ایک قسم وہ ہے جو قرآنی آیات کی تفسیر اور اسباب نزول سے متعلق ہے، سبب نزول کا مطلب یہ ہے کہ وہ حالت و کیفیت یا واقعہ جس میں وہ آیت نازل ہوئی یا اس کے سبب سے وہ آیت نازل ہوئی۔ صحابی کے علاوہ کسی نے عہد رسالت کا مشاہدہ نہیں کیا اس لیے صحابی کے علاوہ کوئی اور شخص اس آیت کے شان نزول سے واقف نہیں ہو سکتا اور نہ ہی شان نزول میں صحابی کی ذاتی رائے کو عمل دخل ہو سکتا ہے بلکہ انھوں نے ان مخصوص حالات و واقعات کو بیان کر دیا جو آیت کے نزول کے وقت تھے۔

¹⁷ Al-Baqarah 2:223.

¹⁸ Muḥammad bin 'Alī al-Shawkānī, Irshād al-Faḥūl Ilā Taḥqīq al-ḥaq min Ilm al-Uṣūl (Misr: Dār al-Kutub al-Ilmiyyah, 1992 A.D.), 69,70.

مثلاً قرآن مجید کی آیت وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا¹⁹ کے سبب نزول کے بارے حضرت جابر کا قول ہے

:

"ایک بار ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے تو ملک شام سے اونٹوں کا ایک قافلہ غلہ

لادے ہوئے آیا۔ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے ساتھ صرف بارہ

آدمی رہ گئے تو مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔" 20

ایسے تمام اقوال جن میں کسی آیت کا شان نزول بیان کیا گیا ہو حجت ہیں اور حدیث مسند کہلائیں گے جیسا ماسبق میں بیان کیا گیا ہے، لہذا ابن حزم کا یہ اعتراض کہ یہ قول مسند نہیں ہے، ختم ہو جاتا ہے۔

ذاتی رائے جس میں صحابی اکیلا ہو

اقوال صحابہ میں سے ایک قسم وہ ہے جو کسی صحابی کی ذاتی رائے اور اجتہاد پر مبنی ہو اور وہ اپنے قول میں منفرد ہو اور اس قول پر اجماع صحابہ ثابت نہ ہو، ایسے قول کے حجت شرعی ہونے یا نہ ہونے میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔

حجت پر دلائل

جن علماء کے ہاں ایسا قول دلیل شرعی ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ان میں سے چند ایک مشہور فقہاء میں امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل کی دواوئل میں سے ایک رائے، امام محمد بن الحسن، علامہ اسحاق بن راہویہ،، فخر الدین رازی، علامہ کرنی، امام شاطبی، علامہ ابن قیم وغیرہ شامل ہیں۔ یہ علماء اپنے موقف کو ثابت کرتے ہیں، ان میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

قرآن مجید

1- كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ²¹

تم وہ بہترین جماعت ہو جسے انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

اس آیت میں صحابہ کو تمامتوں پر فضیلت دی گئی ہے ان کے بارے بتایا گیا ہے کہ وہ معروف کا حکم دیتے ہیں اور معروف و نیکی میں حکم ماننا واجب ہے۔

2- وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

"اور اسی طرح ہم نے تمیں امت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہوں۔"

اس آیت میں صحابہ کا عادل ہونا ثابت ہے۔²²

چونکہ تمام صحابہ کرام عدالت مطلقہ کے درجہ پر فائز ہیں اس لیے ان کی اطاعت واجب ہے۔

¹⁹ Al-Jumu'ah 62:11.

²⁰ Muḥammad bin Ismā'il Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ (Pakistan: Maktabah Ta'mir Insāniyyat Lahore, 1979 A.D), 1:725.

²¹ Aal e Imrān 3:110.

²² Ibrāhīm bin Mūsā bin Muḥammad al-Shātibī, Al-Muwāfiqāt Fī Usūl al-Shari'ah (Beirut: Dār al-Ma'rifah, S.N), 4:74.

3- وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ²³

"اور جس نے اللہ کا دامن مضبوطی سے تھام لیا تو وہ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دے دیا گیا۔"

صحابہ کرام نے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا دامن مضبوطی سے تھاما ہوا تھا اور وہ راہ راست کی طرف ہدایت یافتہ تھے اس لیے ان کا اتباع واجب ہے۔²⁴

سنت

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

4- "اصحابی کا النجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم"²⁵

"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے یقیناً ہدایت حاصل کرو گے۔"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کی پیروی موجب ہدایت ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

5- سترون من بعدی اختلافا شديدا فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ²⁶

"میرے بعد جلد ہی تم شدید اختلاف دیکھو گے لہذا تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت دانتوں کے ساتھ زور سے پکڑ لو۔"

عقلی دلائل

کسی مسئلہ پر مندرجہ ذیل وجوہ میں سے ایک وجہ ضرور پائی جائے گی۔²⁷

1- صحابی نے وہ قول نبی کریم ﷺ سے سنا ہو گا۔

2- صحابی نے وہ قول اس شخص سے سنا ہو گا جس نے وہ قول بذات خود نبی ﷺ سے سنا ہو گا۔

3- صحابی نے وہ بات قرآن کی کسی آیت سے سمجھی ہو گی جس کا مفہوم ہم پر پوشیدہ رہ گیا ہو۔

4- وہ قول ایسا ہو گا جس پر علماء کی ایک بڑی تعداد کا اتفاق ہو گا مگر ہمارے پاس صرف انہی ایک صحابی کا قول پہنچا ہو۔

5- صحابی کو لغت اور الفاظ کے مفہوم کا ہم سے زیادہ علم ہو، یا شرعی احکام کا ایسے حالات و قرائن سے تعلق ہو جنہیں صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی طویل صحبت میں رہ کر حاصل کیا ہو جو ہم نہ حاصل کر سکے، نہ سیکھ اور سمجھ سکے۔

6- صحابی کے اجتہاد میں صحت کا امکان زیادہ اور غلطی کا امکان کم ہے۔

²³ Aal e Imrān 3:101.

²⁴ Ibn e Qayyim, A'lam al-Mu 'awwiqin, 4:74.

²⁵ Ibn-e-'Abdul Barr, Jāmi' Bayān al-'ilm Wa Faḍlulhū, 925.

²⁶ Abū 'Abdullah Muḥammad bin Yazīd ibn e Mājjah, Sunan Ibn e Mājjah (Pakistan: Ahl e ḥadith Academy Kashmīrī bāzār Lahore, S.N), 1:38.

²⁷ Ibn e Qayyim, A'lam al-Mu 'awwiqin, 4:174.

7- صحابی کی رائے غیر صحابی کی رائے سے قوی ہے، اگر صحابی کی رائے میں غلطی کا احتمال ہے تو اتنا ہی صحت کا احتمال ہے، لہذا جس طرح غلطی کے احتمال کے باوجود قیاس حجت ہے اسی طرح غلطی کے احتمال کے باوجود قول صحابی حجت ہے۔²⁸

عدم حجت پر دلائل

علماء کا دوسرا گروہ اس خیال کا حامی ہے کہ ذاتی رائے اور اجتہاد پر مبنی قول صحابی شرعی حجت نہیں ہے، لہذا ان پر عمل کرنا واجب نہیں اس موقف کے حاملین علماء اور فقہاء میں امام شافعی، امام ابن حزم، امام غزالی، علامہ آمدی، علامہ شوکانی، اور بعض متاخرین حنفیہ مثلاً علامہ کرخی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے چند اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

قرآن مجید

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱- فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ²⁹

"پھر اگر کسی معاملہ میں تمہارا تنازعہ ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو۔"

مذکورہ بالا آیت ظاہر کرتی ہے کہ مسلمانوں کے لیے باہمی تنازعات میں قرآن و سنت کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف رجوع کرنا لازم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

۲- فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ³⁰

"اے بصیرت رکھنے والو ہوش مندی سے کام لو۔"

یہ آیت اجتہاد کی ترغیب دیتی ہے، دلیل کے ساتھ کسی مسئلہ کے استنباط کا نام اجتہاد ہے، مذکورہ بالا آیت قول صحابی کے قیاس پر مقدم ہونے کی نفی کرتی ہے۔³¹

اجماع

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ ایک صحابی کا دوسرے صحابی سے اختلاف کرنا جائز ہے۔³² صحابہ کرام نے متعدد مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف کیا اور انہوں نے اپنے اختلاف کا برملا اظہار بھی کیا۔ علامہ آمدی نے لکھا ہے صحابہ کرام کا اس مسئلہ پر اجماع منعقد ہو گیا تھا کہ ایک مجتہد صحابی کا دوسرے مجتہد صحابی سے اختلاف رائے جائز ہے۔³³

²⁸ Shihāb al-Dīn Muḥammad bin Aḥmad Zanjānī, Takhrīj al-Furū' 'Alā al-Usūl (Beirut: Mu'assissat al-risālah, 1982 A.D), 179.

²⁹ Al-Nisā' 4:59.

³⁰ Al-ḥashr 59:2.

³¹ Saif al-Dīn 'Alī bin Muḥammad āmdī, Al-Aḥkām Fī Usūl al-Aḥkām (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1980 A.D), 4:132.

³² Al- Āmdī, Al-Aḥkām Fī Usūl al-Aḥkām, 4:131.

³³ Al- Āmdī, Al-Aḥkām Fī Usūl al-Aḥkām, 4:131.

تعال تالبعین

تعال تالبعین سے بھی عیاں ہوتا ہے کہ وہ اقوال صحابہ کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے اقوال صحابہ کے خلاف بھی موقف اختیار کیا۔

عقلی دلائل

- ۱۔ قول صحابی ذاتی رائے اور اجتہاد پر مبنی ہوتا ہے۔ اجتہاد صواب بھی ہو سکتا ہے اور غیر صواب بھی، لہذا ایک ایسی چیز جس میں غلطی کا امکان موجود ہو اسے قطعی دلیل کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔
 - ۲۔ اگر اقوال صحابہ کو مطلق حجت تسلیم کر لیا جائے تو اس سے تناقض پیدا ہوتا ہے، بعض مسائل پر دوہم مرتبہ صحابہ کے اختلافی اقوال نظر آتے ہیں ان صورتوں میں اقوال صحابہ کو حجت تسلیم کرنے سے تناقض لازم آتا ہے۔
 - ۳۔ اس بات کا بھی امکان موجود ہے کہ صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی غرض و منشا کے مطابق آپ ﷺ کا قول نہ سمجھا ہو۔
- دلائل کا محاکمہ

اقوال صحابہ کی حجیت کے منکرین نے قائلین کے دلائل کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ جس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے، خلاصہ درج ذیل ہے:

- ۱۔ اقوال صحابہ کی حجیت پر جو آیات پیش کی گئی ہیں ان سے صحابہ کی فضیلت کا تو علم ہوتا ہے لیکن ان کے اقوال کی حجیت کا ثبوت نہیں ملتا، ان آیات میں کوئی ایسا صیغہ مستعمل نہیں جس سے شارع کا یہ مقصد واضح ہوتا ہو کہ صحابی کے قول پر عمل واجب ہے۔
- ۲۔ خلفاء راشدین کے متعلق احادیث سے اگر کوئی استدلال کیا جاسکتا ہے تو صرف یہ کہ وہ لائق اقتداء و پیروی ہیں اس سے یہ معنی اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے اقوال دین میں لازمی حجت ہیں، ہمیں ان کے ذاتی اقوال اور اجتہادی آراء کو قرآن و سنت کی طرح شرعی حجت ماننے کا کہیں پابند نہیں بنایا گیا۔³⁴
- ۳۔ ایسی احادیث صرف خلفاء راشدین کے بارے میں ہی نہیں ہیں بلکہ دیگر صحابہ کرام کے بارے میں بھی آئی ہیں جن انکی رفعت شان ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت ابی ابن کعب کو سب سے اچھا قرآن پڑھنے والا، حضرت معاذ کو حلال و حرام کے بارے میں سب سے زیادہ عالم اور حضرت ابو عبیدہ کو امین امت کہا گیا۔³⁵ حضرت عائشہ کے بارے میں فرمایا کہ ان کی فضیلت و بزرگی تمام عورتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔³⁶
- ۴۔ اقوال صحابہ کی یہ قسم جس میں صحابی اپنے قول میں اکیلا ہو اس کی حجیت کا انکار کرنے والوں کا مقصد یہ ہر گز نہیں ہے کہ اقوال صحابہ کی اہمیت کو نظر انداز یا مسترد کر دیا جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پر عمل کرنا قرآن و سنت پر عمل کرنے کی طرح لازم نہیں۔

³⁴ Al-Shawkānī, Irshād al-Fahūl, 83.

³⁵ Imam Hakim, Ma'rifat e 'Ulūm al-Hadīth, 114.

³⁶ Al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Sahīh, 2:421.

۵۔ مستدللین کا بھی یہ دعویٰ نہیں کہ استدلال میں پیش کی جانے والی آیت سے جو فقہی اصول مستنبط ہو رہا ہے اس کا درجہ کتاب و سنت کی طرح ہے بلکہ اس کا معاملہ باقی دلائل ظنیہ یعنی قیاس، استحسان، مصالحہ مرسلہ اور سابقہ شرائع وغیرہ جیسا ہے، جس طرح باقی دلائل ظنیہ اپنی اپنی شرائط کے ساتھ مشروط ہیں اسی طرح یہ دلیل بھی اپنی شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔

مقدمہ ثالثہ کا تجزیہ

راعنا اور انظرنا مترادف الفاظ نہیں کیونکہ دونوں میں فرق واضح ہے۔ ایک تو لفظ راعنا لغت یہود میں رعوتہ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، دوسرا رعایت سے امر کا صیغہ بھی ہو سکتا لہذا راعنا کہہ کر دونوں میں سے کوئی مراد لیا جاسکتا ہے، یہودی اسی آڑ میں راعنا کہہ کر اسم فاعل کے صیغہ والا معنی مراد لیتے تھے، جبکہ انظرنا میں ایسا احتمال نہیں ہے۔ لغت یہود میں اس سے خبیث معنی مراد نہیں لیا جاسکتا۔ اگر دونوں مترادف ہوتے تو راعنا کی بجائے انظرنا کہنے کا کوئی مقصد نہیں بنتا۔

مقدمہ رابعہ کا تجزیہ

اس بارے کوئی شک نہیں کہ آیت مذکورہ میں خطاب ان مومنوں کو ہے جو تعظیم رسول کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ممنوع و محظور چیز کا ان سے تعلق ہی نہ ہو، اور کس کی مجال جو یہ کہے کہ وہ صادق الایمان مسلمان لفظ راعنا کو کسی مذموم مقصد کے لیے ذریعہ بناتے۔ غایت امر یہ ہے کہ انہیں انظرنا کا حکم اس لیے دیا گیا کہ یہ لفظ ادب و احترام کے اس معنی کو بھی شامل ہے جو مومن لفظ راعنا، بمعنی رعایت کیجئے، سے ادا کرنا چاہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ایک اور فائدہ بھی ہو گا کہ کافر اور منافق جس طرح سے لفظ راعنا کو اپنے اغراض خبیثہ کے لیے ذریعہ بنا سکتے ہیں اسی طرح لفظ انظرنا کو ذریعہ نہیں بنا سکتے۔

باقی رہا منافقین و کافرین کا اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی طرف توجہ نہ کرنا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے لیے ہر طرح کا میدان خالی چھوڑ دیا جائے کہ وہ شعائر اسلام کی ہرزہ سرائی کے ذرائع تلاش کرتے پھریں بلکہ ہر میدان میں کفر و اہل کفر کے ساتھ محاربہ اور ان پر اس طرح کا ہر راستہ تنگ کرنا ضروری ہے تاکہ اعلاء کلمۃ اللہ ہو۔

خلاصہ بحث

ابن حزمؒ نے اپنے دعویٰ پر دلیل کے جو مقدمات قائم کیے وہ خود خلاف حقیقت ہیں جیسا کہ انھوں نے کہا کہ علت حکم کی تعلیل کا مسند ہو نا ضروری ہے چونکہ استدلال میں پیش کی جانے والی آیت کی تفسیر مسند نہیں اس لیے قابل حجت نہیں۔ جبکہ اس تفسیری قول کا مسند ہونا عند المحققین ثابت ہے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ لہذا ان کے دعویٰ کی دلیل بوجہ مقدمہ اول کے خلاف حقیقت ہونے کے خود قابل اعتبار نہ رہی۔ مزید برآں انھوں نے مطلقاً قول صحابی کی عدم حجیت کا قول کیا ہے جو کہ اصل حدیث کے محققین کی تحقیق کے خلاف ہے۔ مقدمہ ثالث میں انھوں نے لفظ راعنا اور انظرنا کو مترادف الفاظ کہہ کر گویا ان کے درمیان تساوی کی نسبت کے ثبوت کا دعویٰ کیا۔ یہ بھی خلاف حقیقت ہے کیونکہ تساوی کی نسبت میں ایک لفظ کا مفہوم دوسرے لفظ کے مفہوم کے سب افراد پر صادق آتا ہے اور دوسرا پہلے کے سب افراد پر جبکہ راعنا اور انظرنا کا مفہوم ایک دوسرے کے تمام افراد پر صادق نہیں آتا۔ لہذا دلیل کا یہ مقدمہ بھی خلاف قاعدہ ثابت ہوا بنا بریں دعویٰ کی کمزوری عیاں ہے۔

نتیجہ

1- تعلیل کے لیے مطلق روایت کے مسند ہونے کی شرائط ابن حزم کے تفردات میں سے ہے۔

2- مطلق قول صحابی حجت شرعیہ نہیں ہے۔

3۔ سد الذرائع قیاس کی طرح اجتہاد کا ایک طریقہ ہے جو باقاعدہ شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ جس طرح کہ قیاس شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔